© rasailojaraid.com

ضمانت دیتا ہے کہ یہ عزم کا سچا اور قول کا پکا ہے، یہ اعتماد کے لائق ہے اور وعدہ خلافی کبھی نہیں کر سکتا۔ اگر آج بھی ہم یہ عہد کر لیں کہ امن و امان سے خود رہیں، اور اپنے مسلمان بھائیوں اور دوسری رعایا کو امن و امان کے ساتھ رہنے دیں، ریا، استحصال، جھوٹ، فریب سے احتراز کریں اور دنیا کی محبت کو ایک سچے مسلمان کی طرح ترک کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ شکست خوردہ قوم پھر سر بلند نہ ہو جائے، اور ہماری خوبیاں دوسروں کے لئے مشعل راہ نہ بن جائیں!

۱۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کا تعارف قرآن کے الفاظ میں

شرف الدین اصلاحی

قرآن مجید کا تعارف میں کراؤں یا میرے جیسا کوئی دوسرا ہیچ میرز انسان کرائے یہ بات ایسی ہے جیسے کوئی شخص دیا کی روشنی سے سورج کا چہرہ دکھانے کی کوشش کرے اور ظاہر ہے اس قسم کی بوالفضولی کا صدور کسی فاتر العقل انسان ہی سے ہو سکتا ہے ۔ اس لئے میری اس کوشش کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ قرآن خود اپنے بارے میں جو کچھ کہتا ہے اس کو جمع کر کے پیش کر دیا جائے ۔ یوں تو قرآن مجید کا ایک ایک لفظ خود اپنا ایک تعارف ہے ۔ اور ہر شخص اسے پڑھ کر اس کے مندرجات کا مطالعہ کر کے اس کی تعلیمات احکام اور فرامین کو معلوم کر کے اس سے پوری طرح متعارف ہو سکتا ہے لیکن اس وقت ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ خود قرآن مجید اپنے بارے میں زبان حال سے نہیں زبان قال سے کیا کہتا ہے ۔

یہ موضوع بہت وسیع ہے اور اس کا استقصاء کرنے کے لئے بہت طویل بیان کی ضرورت ہے اس لئے خاص خاص آیات کی طرف اشارہ ہی کافی سمجھا گیا ہے ۔ اور اسی لئے پوری پوری آیتیں نقل کرنے کی بجائے صرف متعلق ٹکرا درج کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے ۔

قرآن اللہ کی اس کتاب کا عرفی نام ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی جس طرح کہ آپ ؐ سے پہلے دوسرے انبیاء پر زبور تورات اور انجیل وغیرہ کتب آسمانی نازل ہوئی تھیں ۔ قرآن کے الفاظ میں قرآن کا تعارف کراتے ہوئے سب سے پہلا لفظ جو سامنے آتا ہے وہ خود قرآن ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ کے آخری پیغام کے لئے قرآن کا لفظ خود قرآن نے ایک سے زیادہ جگہ استعمال کیا ہے۔ تقریباً ۷۰ مقامات پر قرآن کا لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ قرآن لغوی اعتبار سے اسم بھی ہے اور مصدر بھی اور کلام اللہ میں یہ لفظ دونوں ہی حیثیتوں سے آیا ہے۔ جہاں جہاں اس کا استعمال بطور مصدر ہوا ہے وہاں قرآن سے پڑھنا مراد لیا گیا ہے اور اسم کی حیثیت میں اس سے مراد کتاب اللہ ہے۔ اسلام کی اس مقدس کتاب کے لئے اس سے بہتر عربی (۱) کا کوئی لفظ بطور اسم علم اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عربی میں اس لفظ کے دو معنی آتے ہیں پڑھنا اور جمع کرنا اور اہل لغت نے ان دونوں ہی معانی کی رعایت سے اس نام کی توجیہ کی ہے۔ پڑھنے کے اعتبار سے اس کی توجیہ بالکل واضح ہے۔ قرآن پڑھنے کے لئے ہے، وہ حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہو یا بین الدفتین اوراق میں، اس کا مصرف بہر حال یہی ہے کہ پڑھا جائے۔ دوسرے معنی کے ضمن میں لسان اور تاج العروس وغیرہ نے یوں وضاحت کی ہے:

> و الاصل فی هذه اللغة الجمع ، و کل شیٔ جمعته فقد قرأته و سمی القرآن لانه جمع القصص و الامر والنهی و الوعد و الوعید و الایات و السور بعضها الی بعض

گویا قرآن کو قرآن اس لئے کہا گیا کہ اس میں قصص، امر و نہی، وعد و وعید اور آیات اور سورتیں ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔

یہ عربی زبان کی خصوصیت ہے کہ نام رکھنے میں لفظ کی لغوی مناسبت کے ساتھ ملفوظ عنہ کی ذاتی و صفاتی خصوصیات کے تعلق کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ کلام عرب میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملی کہ لفظ قرآن کو انہوں نے بطور اسم استعمال کیا ہو تاہم ان معنوی توجیہات کی طرف خود قرآن نے ایک جگہ اشارہ کیا ہے۔ ان علینا جمعه و قرآنه بے شک ہم پر اس کے جمع کرنے اور پڑھنے کی ذمہ داری ہے۔ اس آیت میں "پڑھنا اور جمع کرنا" کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اضافت کتاب اللہ (قرآن) کی طرف کی گئی● ہے۔ اس سے قرآن کا جامع اور مقروء ہونا دونوں ثابت ہو جاتا ہے۔

قرآن اسم با مسمی ہے۔ قرآن کے نام ہی سے اس کا مقصد تنزیل آشکارا ہے افسوس کا مقام ہے کہ قرآن سے اور بہت سے کام لئے جاتے ہیں مگر جو اصل کام تھا وہ پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ مسلمان اسے جھاڑ پھونک کے لئے استعمال کرتے ہیں، گلے میں تعویذ بنا کر لٹکاتے ہیں، جن بھوت بھگانے کا کام لیتے ہیں گھر میں طاق کی زینت بناتے ہیں۔ مگر قرآن کو پڑھنے کا دستور مسلم گھرانوں سے رفتہ رفتہ اٹھتا جا رہا ہے حالانکہ قرآن پڑھنے اور پڑھ کر فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔ قرآن کو دیکھ کر بلا سمجھے پڑھنا جیسا کہ ان ملکوں کے مسلمانوں میں عام ہے جہاں عربی نہیں جانتے، حصول ثواب کے اعتبار سے بے فائدہ نہیں لیکن اس طرح کے پڑھنے پر قرآن (مصدر) کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ صورت صرف قرآن کے ساتھ ہے کہ اس کو بلا سمجھے بھی پڑھتے ہیں اور یہ قرآن کا اعجاز ہے۔ ورنہ کسی اور عبارت کو اس طرح پڑھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صورت بامر مجبوری اس وقت پیدا ہوئی جب غیر عرب اقوام نے اسلام قبول کیا۔ بہر کیف لفظ "قرآن" میں پڑھنے کے ساتھ سمجھنے کا مفہوم آپ سے آپ شامل ہے۔ ابتدائی عہد میں جب کہ اسلام جزیرۃ العرب سے باہر نہیں پھیلا تھا اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ فقط الفاظ کے دھرانے کو قرآن پڑھنا کہا جا سکتا ہے۔ ذرا تصور کیجئے اگر کسی اور کتاب کے بارے میں کوئی کہے کہ میں اسے پڑھتا ہوں یا پڑھ سکتا ہوں اور حقیقت یہ ہو کہ وہ صرف الفاظ دھرانا جانتا ہو، معنی اور مطلب سے اسے واسطہ نہ ہو تو کیا یہ بات مضحکہ خیز نہیں گردانی جائے گی۔ قرآن کے ساتھ یہ ستم ظریفی خود مسلمان کرتے ہیں کہ سمجھنے سے بے نیاز الفاظ کی تلاوت کو کافی سمجھتے ہیں۔

ابلاغ کے لحاظ سے علم یا زبان کے دو پہلو ہیں ایک تقریری دوسرا تحریری کوئی بات کسی تک پہنچانی ہو تو اس کے لئے قدرت نے انسان کو دو ذریعے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عطا کئے ہیں ایک تو زبان کا ذریعہ ہے یعنی وہ بات زبانی کہہ دی جائے دوسرا ذریعہ کتابت ہے یعنی لکھ کر پہنچا دی جائے۔ جس طرح قرآن کا لفظ تقریری اور زبانی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے کتاب کا لفظ اس کے تحریری پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کتابت کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ عربی کا ایک مقولہ ہے العلم صید و الکتابة قید علم شکار ہے اور کتابت شکار بند کتابت علم کو محفوظ کرنے یا ضیاع سے بچانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اور کسی بات کے ضبط تحریر میں آجانے سے اس کا مستند ہونا زیادہ قابل اعتماد ہو جاتا ہے اور اس کی صحت و صداقت معتبر ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نجماً نجماً اس طرح نازل ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام زبانی آپ ؐ کو پڑھ کر سنانے تھے۔ لیکن ما کان و ما یؤل دونوں لحاظ سے اس کا کتاب ہونا اس قدر مبرھن تھا کہ قرآن نے خود کو بار بار اس لفظ سے متعارف کرایا۔ لوح محفوظ میں وہ پہلے سے مکتوب تھا اور نزول کے بعد اس کا قلم‌بند ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ چنانچہ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جب وحی نازل ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کاتبین وحی کو فوراً لکھوا دیتے۔ اس طرح قرآن جہاں زبانی پڑھ کر اور یاد کر کے حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہوتا رہا وہاں کتابت ہو کر جمع ہوتا رہا (۲)

قرآن کھول کر پڑھئے۔ سورہ بقرہ کی پہلی ہی آیت میں وہ خود کو "الکتاب" کے لفظ سے متعارف کراتا ہے۔ الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ کتاب پر الف لام تعریف کا ہے اور اس سے مراد بلا اختلاف قرآن مجید ہے۔ قرآن نے ایک جگہ نہیں بار بار اپنے لئے نیز دوسرے آسمانی صحائف کے لئے کتاب کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے مقصود جہاں واقعہ نفس الامر کی طرف توجہ دلانا ہے وہاں یہ بھی جتانا ہے کہ نزول کے ساتھ ہی قید کتابت میں آنے کی وجہ سے قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ یہ مفہوم اشارۃً خود لفظ کتاب میں پوشیدہ تھا لیکن مذکورہ بالا آیت میں " لا ریب فیہ " کہہ کر اسے ظاہر بھی کر دیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سلسلہ کلام میں قرآن کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی کہ وہ ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل خوف خدا سے معمور ہیں ۔ بے شک قرآن کریم کتاب ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تقوی شرط ہے ۔ ظاہر ہے قبول کی صلاحیت کے بغیر کسی بھی مفید چیز سے فائدہ اٹھانا بداھۃً محال ہے ۔ بارش کے پانی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ سبزہ اور فصل اگاتا ہے لیکن اس کے لئے بعض شرطیں ہیں مثلاً اچھے بیج کی موجودگی اور خود زمین کی زرخیزی اور روئیدگی ۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

قرآن کو پڑھنے کے باوجود اگر کوئی شخص یا گروہ ہدایت یافتہ نہیں تو اس میں قصور کتاب ہدایت کا نہیں بلکہ خود ان لوگوں کا ہے ۔

مسلمانوں کی حالت دیکھئے ان میں قرآن کو کتابی شکل میں طاق کی زینت بنانے والے بہت ملیں گے ، پڑھنے والے کم ، پڑھ کر سمجھنے والے اس سے کم اور سمجھ کر فائدہ اٹھانے والے نہ ہونے کے برابر ۔ امت خیر الامم کی تاریخ کا یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ آج قرآن کریم ان میں عملاً متروک ہو چکا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے شکایت کریں گے کہ پروردگارا میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا ۔ و قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (فرقان ۳۰) لیکن خود قرآن مجید ہر وقت زبان حال سے فریاد کناں ہے کہ اس کی حامل قوم نے اسے چھوڑ رکھا ہے ۔

قرآن نے اپنے لئے بہت سی ایسی صفات استعمال کی ہیں جو واضح طور اس کی کسی نہ کسی خصوصیت کو ظاہر کرتی ہیں ۔ عام طور پر جب کوئی مسلمان قرآن کا کلمہ زبان پر لاتا ہے تو اس کے ساتھ مجید یا کریم کا لفظ ضرور بولتا ہے ۔ یہ الفاظ خود قرآن نے استعمال کیے ہیں اور ان سے قرآن کی عظمت ، رفعت شان ، علو مرتبت پاکی اور بزرگی ظاہر ہوتی ہے ۔ اور یہ دونوں ہی خود اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام بھی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جب خود مجید اور کریم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے تو اس کا کلام کریم اور مجید کیوں نہ ہوگا۔ مجید کا لفظ قرآن کی صفت کے طور پر دو جگہ وارد ہوا ہے۔ ق و القرآن المجید (ق۔۱) دوسری جگہ سورہ بروج میں ہے۔ بل ھو قرآن مجید (۲۱) فی لوح محفوظ (۲۲) اللہ تعالیٰ کے لئے ایک مقام پر سورہ ھود میں مجید کا لفظ استعمال ہوا ہے انہ حمید مجید (۷۳) وہ لائق حمد اور صاحب مجد ہے۔

کریم کی صفت خدا جبرئیل اور قرآن تینوں کے لئے آئی ہے۔ جب قرآن کا بھیجنے والا کریم ہے، اس کا لانے والا کریم ہے تو خود قرآن کا کریم ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم (الفطار۔۶) اے انسان تم کو تمہارے صاحب کرم پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ دیا۔ سورہ تکویر میں رسول کی صفت کریم آئی ہے اور رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ انہ لقول رسول کریم (۱۹) ذی قوۃ عند ذی العرش مکین (۲۰) مطاع ثم امین (۲۱) بے شک قرآن ایک بلند مرتبہ قاصد کا لایا ہوا پیغام ہے جو قوت والا ہے عرش کے مالک کے نزدیک اس کا مقام ہے اس کی بات مانی جاتی ہے پھر وہ امین بھی ہے۔ سورہ حاقہ میں آتا ہے کہ یہ قرآن ایک عالی مقام رسول کا لایا ہوا پیغام ہے۔ انہ لقول رسول کریم (۴۰) یہ کسی شاعر کا کلام نہیں و ما ھو بقول شاعر (۴۱) یہ کسی کاھن کی بات نہیں۔ و ما ھو بقول کاھن (۴۲) یہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ تنزیل من رب العالمین (۴۳) سورہ واقعہ میں خود قرآن کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بلند مرتبہ قرآن ہے۔ انہ لقرآن کریم (۷۷) فی کتاب مکنون (۷۸) چھپا کر رکھی ہوئی کتاب لوح محفوظ میں ہے۔ لایمسہ الا المطھرون (۷۹) اس کو پاک صاف ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ تنزیل من رب العالمین (۸۰) پروردگار عالم کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں حکمت کی باتیں ہیں۔ اس نسبت سے قرآن کے لئے حکیم کی صفت بھی آتی ہے۔ یسین و القرآن الحکیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(یاسین) الم تلک آیات الکتاب الحکیم (لقمان ۱ - ۲) یہ کتاب حکیم کی آیتیں ھیں ۔ حکمت کے بارے میں خود قرآن مجید کا ارشاد ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (بقرہ ۲۶۹) جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کیا گیا ۔ گویا قرآن مجید خیر کا گنجینہ ہے اور قرآن نازل کر کے اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اس خزانے کا دروازہ کھول دیا ۔ حکمت جو پہلے صرف بندگان خاص کے لئے مختص تھی قرآن کے نزول کے بعد وہ عام کردی گئی ۔ حسب توفیق و سعی جو جتنا چاہے اس خزانے سے دامن مراد بھر لے ۔ اللہ تعالی نے حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت سے نوازا تو اسکا ذکر بطور خاص کیا۔ ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکرللہ (سورہ لقمان ۱۲) اور ھم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ خدا کا شکر ادا کرو ۔ قرآن کے بعد حکمت باران رحمت کی طرح عام ھوگئی تو بھلا اسکا ذکر کیوں نہ کیا جاتا ۔ مختلف طریقوں سے اس فضل و کرم کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آتا ہے ۔

ایک صفت جو قرآن نے اپنے لئے کثرت سے بیان کی ہے مبین ہے ۔ جا بجا قرآن مبین اور کتاب مبین کے الفاظ آتے ھیں ۔ حم والکتاب المبین (دخان ۔ ۱) مبین کے معنی ھیں وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرنے والا ۔ قرآن مجید کیا زبان و بیان کے لحاظ سے اور کیا مفاھیم و مطالب کے اعتبار سے روز روشن کی طرح ظاھر و باھر ہے اس میں نہ منطق کی پیچیدگیاں ھیں نہ فلسفہ کی موشگافیاں ۔ چونکہ اسکا مقصد عملی افادیت ہے اس لئے وہ باتیں بھی ایسی کہتا ہے جو فطرت انسانی سے ھم آھنگ ھیں اور ان کے کہنے کے لیے انداز بیان بھی ایسا اختیار کرتا ہے جس میں براہ راست اپیل ھوتی ہے اور انسانی قلب و دماغ تک رسائی میں کوئی رکاوٹ نہیں ھوتی ۔ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے فصل سے مشتق الفاظ بھی استعمال کئے گئے ھیں۔ ایک جگہ قرآن مجید کے لیے " مفصل " کا لفظ آیا ہے ۔ سورۂ انعام میں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افغیر اللہ ابتغی حکما وھوالذی انزل الکتاب مفصلا (۱۱۴) کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو فیصل تسلیم کروں اور وھی ھے جس نے کتاب اتاری جس کا ھر حکم واضح جس کی ھر بات کھلی ھوئی ـ سورۂ ھود میں قرآن مجید کی آیات کے بارے میں کہا کہ وہ کھول کھول کر تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ھیں ـ الرکتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (۱)

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ھے جس کی آیات کو محکم کیا گیا پھر انہیں وضاحت سے کھول کھول کر بیان کیا گیا یہ اسلیے کہ وہ ایک ایسی ذات کے پاس سے آئی ھے جو حکیم بھی ھے اور خبیر بھی ـ

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ وھدی و رحمة و بشری للمسلمین (النحل ـ ۸۹) اور ھم نے تم (رسول سے خطاب) پر ''الکتاب،، نازل کی جو وضاحت کے ساتھ ھر چیز کو بیان کرنے والی ھے اور مسلمانوں کے لیے ھدایت اور رحمت اور بشارت ھے ـ اس آیت میں ''الکتاب'' کے تعارف میں چار باتوں کا ذکر ھے ـ قرآن کا مسلمین کے لیۓ بشارت رحمت اور ھدایت ھونا تو بالکل واضح ھے ـ ''تبیانا لکل شیٔ،، میں کل شیٔ سے مراد ھر وہ چیز ھے جس کی ضرورت نبی اور اس کی امت کو امور دین میں ھوسکتی ھے ـ اس سے قرآن کا مکمل ضابطہ حیات ھونا مبرھن ھے ـ اور یہ بات ھدایت اور رحمت اور بشارت کے معمولی تقاضوں میں سے ھے ـ قرآن کا یہ دعوی کہ وہ مسلمین کے لیے ھدی رحمة اور بشری ھے اس وقت تک صحیح نہیں ھوسکتا جب تک کہ وہ ھدایت رحمت اور بشارت کے جملہ اسباب کو جامع نہ ھو ـ کوئی ایسی کتاب جس میں ھرسوال کا جواب ھر مسئلے کا حل نہ ھو اپنا تعارف ان الفاظ کے ساتھ نہیں کرا سکتی ـ

کتاب اللہ کی ایک اور اھم صفت ''عزیز،، ھے ـ یہ صفت بھی بیشتر دوسری صفات کی طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ھے ـ لفظ عزیز بہت سے معانی آتے ھیں جن میں سے چند موزوں معانی یہ ھیں ـ شریف،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوی معزز غالب اور بے مثال ۔ شریف اور قرآن تو لازم و ملزوم ہیں ''قرآن شریف،، کا استعمال اتنی کثرت سے ہوتا ہے کہ شریف بمنزلہ اسم معرفہ ہوچکا ہے ۔ قرآن کا قوی ہونا اسکے محکم دلائل کی وجہ سے ہے لیز اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ خدائے عزیز و قوی کا کلام ہے ۔ وہ حق لیکر اترا ہے اور دنیا میں اس کا مقابلہ باطل سے ہے اس لیے اگر وہ قوی نہ ہوتا تو باطل کا مقابلہ نہ کرتا ۔ سورۂ حم سجدہ کی ایک آیت میں عزیز کے ساتھ باطل کے مقابلہ میں قرآن کی برتری کا ذکر ہے ۔

ان الذین کفروا بالذکر لما جاء ھم و انه لکتاب عزیز (۴۱) لایاتیه الباطل من بین یدیه ولامن خلفه تنزیل من حکیم حمید (۴۲) بےشک جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کا انکار کیا جس وقت کہ ان کے پاس آیا اور بے شک وہ ایک قوی اور غالب کتاب ہے باطل نہ اسکے سامنے سے آسکتاہے نہ پیچھے سے وہ ایک ایسی ذات کی طرف سے اتاری گئی ہے جو حکمت والی اور سزاوار حمد ہے۔

قرآن قوی و عزیز ہے، غالب ہونے کے لیے ہے، وہ مغلوب نہیں ہوسکتا ، اس نے فصحائے عرب کو عاجز کردیا ۔ عرب ، اسکےسامنے وہ بھی عجم بن گئے۔ اس نے سب کو چیلنج کیا اسکو کوئی چیلنج نہ کرسکا ۔ اور اس جیسی دنیا میں کوئی دوسری کتاب نہیں ۔ یہ تمام مطالب قرآن کی صفت عزیز میں پوشیدہ ہیں ، اور قرآن میں ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں ۔ عزیز کا لفظ قرآن میں اتنی بار آیا ہے کہ اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن بیشتر اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آیا ہے ۔ صرف ایک جگہ کتاب کی صفت کے طور پر آکر قرآن کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ البتہ اس فقرے کا ذکر بار بار آتا ہے کہ قرآن خدائے عزیز کی اتاری ہوئی کتاب ہے ۔ مثلاً حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیزالعلیم ۔ جب اس کتاب کا منبع و مصدر ایک ایسی ذات ہے جو عزیز اور علیم ہے تو ان صفات کا اثر اسکی نازل کی ہوئی کتاب میں یقیناً ملنا چاہیے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام فرقان ہے - تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (فرقان - ۱) برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (رسول) پر فرقان (قرآن) اتارا تاکہ وہ دنیاوالوں کے لیے ڈرانیوالا ہو -

اس آیت میں قرآن نے اپنے لیے فرقان کا لفظ استعمال کیا ہے - اس سے قرآن کی ایک اہم صفت کی طرف اشارہ مقصود ہے - فرقان کے معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے - یہ لفظ قرآن کی علت غائی کو ظاہر کرتا ہے - یہ جہان گذراں رزمگاہ خیر و شر ہے - اس چمن میں بہار و خزاں ہم آغوش ہیں - حق و باطل باہم اسطرح مخلوط کر دیے گئے ہیں کہ انسان محض اپنی عقل پر بھروسا کرکے ان دونوں میں تمیز نہیں کرسکتا - ظاہر ہے اس صورت حالات میں انسان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ باطل کو ترک اور حق کو اختیار کرسکے - یہ اللہتعالی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے انسان کو اس کے حال پر نہیں چھوڑا بلکہ اسے ایک ایسی کتاب دی جو حق و باطل میں امتیاز قائم کردیتی ہے اور اسکی مدد سے انسان یہ معلوم کرسکتا ہے کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے صواب کیا ہے خطا کیا ہے - اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو انسان کی ہلاکت عدم امتیاز کی وجہ سے یقینی تھی -

اس آیت سے قرآن کے متعلق اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں - وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہے وہ بابرکت ہے - جب وہ ذات خود بابرکت ہے تو اسکی اتاری ہوئی کتاب بھی خیر و برکت سے خالی نہیں ہوسکتی - تبارک کے فاعل ''اللہ'' کا ذکر کرنے کی بجائے اسم موصول ''الذی'' لانے کا سبب اظہار شان ہے - مقصد یہ ہے کہ وہ ذات بڑی شان والی ہے جس نے قرآن نازل کیا، تو اسکی اتاری ہوئی کتاب بھی معمولی نہیں ہوسکتی - اس کتاب کی غایت تنزیل یہ بتائی کہ اس کے ذریعے رسول دنیا والوں کو انجام بد سے ڈرائے - اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اول یہ کہ ساری دنیا اس کتاب کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخاطب ہے ۔ اس میں جو احکام اور قوانین بیان ہوئے ہیں وہ کسی خاص نسل خاندان قوم یا جمیعت کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے یکساں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ کتاب انسانیت کی محسن ہمدرد اور سچی بہی خواہ ہے ۔ انسانیت کی فلاح و سعادت اور اسکی بھلائی تنزیل کا مقصود اصلی ہے۔ خطرات سے متنبہ وہی کرتا ہے جو حقیقۃً مخلص اور خیر خواہ ہوتا ہے ۔

قرآن مجید نے اپنے لیے جہاں خیروبرکت کے اور پہلوؤں کا ذکر کیا ہے وہاں ایک اہم پہلو یہ بھی بتایا ہے کہ یہ کتاب جس وقت نازل ہوئی وہ بہترین وقت تھا ۔ کسی واقعے کے وقوع پذیر ہونے میں وقت اور مقام کا اعتبار لوگ قدیم الایام سے کرتے آئے ہیں ۔ گردش فلک گردش دوراں اور گردش لیل و نہار کا تعلق انسانی زندگی سے بہت گہرا ہے ۔ بلکہ بسا اوقات سلسلہ روز و شب کو نقش گر حادثات کہہ دینے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے ۔ بظاہر یہ خیال اسلام کے اس تصور کے منافی نظر آتا ہے کہ اصل فاعل مختار ذات خداوندی ہے ۔ مگر حقیقۃً ایسا نہیں ہے ۔ بے شک علت العلل اللہ تعالیٰ ہے ہر چھوٹا بڑا واقعہ اپنے وقوع کے لیے کن فیکون کا محتاج ہے ۔ لیکن دنیا دارالاسباب ہے اللہ تعالیٰ نے خود کائنات کا نظام اس نہج پر مرتب فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا بہت سی قوتیں اللہ ہی کے اذن سے اسکی مشیت کے مطابق کائنات کے معاملات میں نیابۃً عمل دخل رکھتی ہیں ۔ زمانے کی شکایت کا مضمون بہت عام ہے اور بعض لوگ اسے خالص توحیدپرستی کے منافی سمجھتے ہیں مگر ایک حدیث میں آتا ہے لاتسبوا الدھر فان الدھر ھواللہ ۔ زمانہ کو برا نہ کہو اس لیے کہ جسے تم زمانہ کہتے ہیں وہ درحقیقت خدا ہی کا دوسرا نام ہے ۔ ظاہر ہے نظام کائنات میں زمانہ نام کی کوئی چیز ہے تو وہ امر خداوندی سے باہر نہیں ہوسکتی اس لیے خدا سے الگ زمانہ کا کوئی وجود نہیں ۔ بات دور جا نکلی ذکر وقت اور زمانے کی کیفیت کا تھا ۔ وقت بذات خود اچھا اور برا نہ ہو مگر جب خود وقت کا خالق کسی وقت خاص کو میمون و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسعود اور دوسرے کو منحوس و نامبارک قرار دے دے تو اسکی اهمیت سے انکار کیوں کر کیا جاسکتا هے ۔ صحیح دینی تعلیمات میں اس قسم کے اشارے ملتے هیں ۔ لزول قرآن کے سلسلے میں خاص طور پر یه صراحت کی گئی هے که جب قرآن اتارا گیا وہ ایک مبارک گھڑی تھی ۔ اناانزلناہ فی لیلة مبارکة اناکنا منذرین فیها یفرق کل امرحکیم امرا من عندنا اناکنا مرسلین (دخان ۳ تا ۵) هم نے اسے اتارا ایک مبارک رات میں بے شک هم ڈرانیوالے هیں ۔ اس رات میں حکمت کے تمام کاموں کا فیصله کیا جاتا هے همارے حکم سے بےشک هم بھیجنے والے هیں۔ سورۂ قدر پوری اس رات کی کیفیت کے بیان میں هے جس میں که قرآن اتارا گیا ۔ اناانزلناہ فی لیلةالقدر ۔ هم نے قرآن کو اتارا لیلةالقدر میں ۔ لیلةالقدر خیر من الف شهر۔ لیلةالقدر جو که هزار مهینوں سے بهتر هے ۔

قرآن خود مجید و کریم هے اس کے ساتھ کسی چیز کی نسبت اسکے مجد و شرف کے لیے کافی هے ۔ مگر یہاں صراحت کے ساتھ کہا جارها هے که یه رات خود بھی بابرکت رات هے اور اسکا درجه اتنا بلند هے که هزار مهینوں سے بهتر هے ۔ اور ایسی رات میں قرآن کا لزول اسکے سر تا سر خیر و برکت هونے کی دلیل هے ۔

اس جگه ایک بات یادرکھنے کی یه بھی هے که ان آیات میں کہا گیا هے قرآن ایک خاص رات میں نازل کیا گیا ۔ جبکه دوسری بے شمار تصریحات میں به وضاحت بیان کیا گیا هے که قرآن نجماً نجماً نازل هوا اور اسکے لزول کا زمانه برسوں پر پھیلا هوا هے ۔ خود قرآن مجید نے کفار و مشرکین کا ایک اعتراض نقل کیا هے۔ وقال الذین کفروا لولا لزل علیه القرآن جملةً واحدة ۔ اور کفار نے کہا که اس پر قرآن ایک هی دفعه میں کیوں نہیں اتاردیا گیا ۔

نجماً نجماً لزول قرآن مجید کا فائده یه بتایا گیا هے که کذالک لنثبت به فوادک و رتلناہ ترتیلا (فرقان ۳۲) اس طرح نجماً نجماً اس لیے (اتارا گیا) تاکه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم اسکے ذریعے تمہارے دل کو مضبوط کردیں اور ہم نے اسے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔

مفسرین نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ لیلۃالقدر کا نزول سماے دنیا سے متعلق ہے اور تھوڑا تھوڑا نازل ہونا آنحضور سے متعلق ہے۔ یعنی لوح محفوظ سے سماے دنیا پر تو لیلۃ القدر میں یکبارگی اتار دیا گیا۔ اسکے بعد تھوڑا تھوڑا کرکے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ اس لیے ان دونوں بیانات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

ایک بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لیلہ مبارکہ میں ابتدائے نزول ہو اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیۃ کریمہ بھی قرآن ہی ہے اس لیے کہ عام محاورۂ زبان کے مطابق جزء پر کل کا اطلاق اقتضائے بلاغت ہے۔ اس بات کو ذہن نشین کرنے کے بعد کوئی ذہنی الجھاؤ باقی نہیں رہتا۔

حواشی

(۱) کب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قرآن اصلاً عربی نہیں بلکہ عبرانی یا سریانی سے مستعار ہے۔ (Shorter Encyclopedia of Islam) کب اور بعض دوسرے مستشرقین کی یہ رائے ناقابل قبول ہے اس لیے کہ اول تو اسپر کوئی تاریخی و فنی دلیل قائم نہیں کی۔ دوسری وجہ اس رائے کے ناقابل تسلیم ہونے کی یہ ہے کہ عربی زبان مسلمہ طور پر سریانی سے پہلے موجود و مستعمل تھی اور یہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ عبرانی زبان عربی سے قدیم ہے اس لیے یہ قطعاً نہیں کہا جا سکتا کہ عربی نے یہ لفظ کسی دوسری زبان سے لیا ہے۔ اور یہ کیوں نہ کہاجائے کہ دوسری زبانوں مثلاً سریانی وغیرہ میں یہ لفظ عربی سے آیا ہے جیسا کہ دوسرے سینکڑوں الفاظ سریانی میں عربی سے لیے گئے ہیں۔

(۲) قرآن مجید کی جمع و ترتیب کا سارا کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سرانجام پاچکا تھا۔ لیکن مستشرقین دانستہ یا نادانستہ یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کے مختلف اجزاء آنحضور کی وفات کے بعد جمع کیے گئے۔ کب صاحب فرماتے ہیں "They were only collected after the death of the Prophet" (Shorter

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Encyclopedia of Islam) ان مستشرقین کو قرآن مجید کی تاریخ اور مصحف قرآن مجید کی تاریخ بیچ فرق سمجھ میں نہیں آتا ۔ اگر مختلف جگہ پر لکھی ہوئی سورتوں کو حضرت ابو بکر کے زمانے میں یکجا کیا گیا یا ایک تاگے میں پرو کر رکھا گیا تو یہ مصحف قرآن (نسخہ قرآن) کی شیرازہ بندی کہلائے گی ۔ جمع قرآن سے تاریخ میں یہی مراد ہوتا ہے۔ رہا قرآن مجید کی تلاوت و ترتیب تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوچکی تھی ۔ آخری مہینوں میں جبرئیل علیہ السلام نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ختم قرآن پڑھ کر سنائے تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ کہیں سے شروع اور کہیں پر ختم کیا ہوگا ۔ یہ وہی ترتیب ہے جو آج نسخۂ قرآن میں ہم دیکھتے ہیں ۔ اسکے علاوہ بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ انھوں نے پورا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا تھا ۔

© rasailojaraid.com